ڈاکٹر وفا راشدی

تواریخِ ملتِ اسلامیہ کا ایک سنہرا باب

سندھ کے عظیم فرزند قائدِ اعظم محمد علی جناح کی فہم و فراست، حکمت و دانش اور عدیم المثال بین الاقوامی سیاسی بصیرت کی بدولت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ملتِ اسلامیہ ہند کی ایک نئی مملکت پاکستان کا نقش ابھرا، یہ نقش شہیدوں کے لہو کا نقش ہے جس کے حصول پاکستان کی تاریخ پوری ایک صدی کی گود میں پروان چڑھی ہے۔ یہ پاکستان مسلمانانِ ہند کی لاکھوں جانوں کی قربانیوں، بے گناہ انسانوں کی بربادیوں اور سو سالہ مسلسل جدوجہد کے عوض حاصل ہوا ہے۔

مسلمانوں نے برصغیر پر گیارہ سو سال حکومت کی۔ اس کا آغاز محمد بن قاسم کی فتح سندھ (۹۳ھ/ ۷۱۲ء) سے ہوا، اور اختتام حیدرآباد کی جنگ میانی (۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء) میں تالپوروں کی شکست، انگریزوں کی فتح سے ہوا۔ سندھ پر برطانوی تسلط کے بعد آخری والئ سندھ میر نصیر خاں سمیت اسیرانِ تالپور کو کلکتے میں قید کر دیا گیا۔ انگریزوں کا فاتح جنرل سر چارلس نیپئر سندھ کا گورنر بنا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انگریزوں نے پے بہ پے سازشوں، شاطرانہ چالوں اور مکر و فریب سے پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ وہ مسلمان قوم جو گیارہ سو سال تک جس سرزمین میں حاکم کی حیثیت سے اپنا لوہا منوا چکی تھی، اپنی شان و شوکت، جاہ و حشمت کی چمک دمک اور علوم و فنون سے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر چکی تھی۔ اب غلامی کی سانس لینے پر مجبور ہوئی۔ انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تنگ کرنے، ہر شعبہ زندگی میں ان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی انگریزوں کے انتہائی مظالم کا ردعمل تھی انگریزوں کے ظلم و استبداد اور غیر ملکی حاکموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے پورے ہندوستان کے ہر صوبے، ہر علاقے میں مختلف قومی و سیاسی تحریکیں وجود میں آئیں۔ ان تمام تحریکات کو کامیاب بنانے کے لیے ہر محاذ و ہر مقام پر اہل سندھ نے اہل ہند کے دوش بدوش جدوجہد کی سندھ میں مسلمانوں کی حکومت پر غاصبانہ قبضے کے بعد انگریزوں کے وحشیانہ و ظالمانہ رویے سے دوچار ہونے کی صورت میں نفرت و مخاصمت کا جذبہ شدت اختیار کر چکا تھا۔ حکومت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر اور دیگر قوم پرستوں کی حمایت میں امیرانِ تالپور نے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے ان کو ملک سے باہر نکال دینے کی جہد میں برابر کا حصہ لیا۔ کراچی، حیدرآباد، شکارپور اور سندھ کے دیگر علاقوں میں غم و غصہ اور بغاوت کی لہر دوڑ گئی۔ انگریزوں نے انھیں ہر طرح کی اذیتیں دیں۔ بے شمار سندھی مجاہدوں نے جام شہادت نوش کیا۔

انگریز مسلمانوں کو قومی، تہذیبی، اقتصادی، معاشرتی، دینی اور تعلیمی طور پر کچلنے کے درپے ہوئے۔ ہندوؤں نے جو سیکڑوں سال مسلمانوں کے غلام رہے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف انتقام کا موقع غنیمت جان کر انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ہندی مسلمانوں کی تحریکِ آزادی تیز تر ہو گئی، ان حالات میں سر سید احمد کی علی گڑھ تحریک نے مسلم قومیت و حمیت کا جو چراغ روشن کیا تھا۔ اس چراغ سے جدوجہدِ آزادی کے چراغ روشن ہوتے رہے۔

"ہندوستان میں اسلام کے تعارف کا بنیادی سماجی نتیجہ یہ تھا کہ اسلام نے ہندوستان کے معاشرے کو عمومی اعتبار سے سرتاپا دو حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ ابتدا ہی سے دو قومیں وجود میں آگئیں۔"

(A Survey of Indian History By A.M. Pannikar).

ایک انگریز مورخ کا یہ اعتراف بھی دیکھئے۔

"مسلمان اپنے قرآن اور پیغمبر ص کے ساتھ بالکل مختلف حیثیت رکھتا ہے"

(Oxford History of India P 266).

سرسید احمد خان وہ محسنِ قوم مسلمہ ہیں جنھوں نے نہایت واضح طور پر دو قومی نظریہ کا اعلان کیا۔

"ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ان دونوں کے مذہب، تاریخ تہذیب، تمدن، ثقافت اور معاشرت جدا جدا ہیں۔ ہندوؤں کے درمیان رہ کر مسلمانوں کا اسلامی و تہذیبی تشخص کبھی برقرار نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا برِ صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد ریاست کا قیام ناگزیر ہے۔"

سرسید احمد خان نے مسلم قومیت کے نظریے کو عملی جامہ پہنانے اور قومی و ملی مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے اپنی زندگی وار دی۔ علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم ایم اے او کالج (جو بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا) سائنٹفک سوسائٹی انجمن محمدی، رسالہ تہذیب الاخلاق وغیرہ جیسی تحریکیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کی مختلف راہیں تھیں۔ سندھ کے خان بہادر حسن علی آفندی (۱۸۳۰ - ۱۸۹۵ء) سرسید کی تعلیمی تحریکات سے باخبر اور متاثر تھے ان کا دردمند دل بیتاب تھا کہ وہ مسلمانانِ سندھ کی فلاح و بہبود، ترقی و عروج کے لیے وہ سب کچھ کر گزریں جو کچھ سرسید مسلمانانِ ہند کے لیے کر رہے ہیں۔ لہٰذا حسن علی آفندی نے ۱۶ مارچ ۱۸۸۴ء کو سندھ محمڈن ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے علی گڑھ میں سرسید اور ان کے رفقاء سے تبادلہ خیال کیا۔ دارالعلوم علی گڑھ کو دیکھا۔ اسی کی روشنی میں جسٹس سید امیر علی کی تجویز پر ۱۸۸۵ء میں سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی قائم کیا۔ سرسید نے ۱۸۸۶ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ سرسید نے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ حسن علی نے ۱۸۸۹ء میں ہفت روزہ "معاون" کا اجرا کیا۔ شمس الدین بلبل نے بحیثیت مدیر "معاون" جو اداریے اور مضامین نظم و نثر لکھے وہ حسن علی آفندی کے تعلیمی، سیاسی اور سماجی مشن کو کامیاب بنانے میں بے حد مفید و موثر ثابت ہوئے۔ اسی زمانے میں کراچی کے علاوہ سندھ کے مختلف شہروں اور علاقوں سے کئی اخبارات مثلاً کراچی گزٹ، خیر خواہ لاڑکانہ، مسافر حیدرآباد، اصلاح سکھر اور آفتاب وغیرہ جاری ہوئے۔ ان سب کی ادارت شمس الدین بلبل نے کی۔

بلبل نے طنز و فکاہیہ کالموں کے علاوہ اکبر الہ آبادی کے طرز پر سندھی میں طنزیہ و مزاحیہ شاعری بھی کیا۔ اللہ بخش ابوجھ نے مسدس حالی کے تتبع میں مسدس ابوجھ لکھی۔

سرسید کے رفقاء مولانا حالی علامہ شبلی، وقار الملک، نواب محسن الملک کی طرح سندھ کے سرسید حسن علی آفندی کی تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں سندھ کے جن ارباب صحافت و سیاست اور اہل قلم نے اپنی نظم و نثر کے ذریعے قیام پاکستان تک جدوجہد کی ان میں شمس الدین بلبل اور اللہ بخش ابوجھ کے علاوہ مخدوم الشعراء الحاج محمود خادم لاڑکانوی، مرزا قلیچ بیگ، خان بہادر میاں غلام حسین، خان بہادر خداداد خان، غلام حسین جھاگلہ، مرزا محمد یعقوب، دلی محمد حسن، سید رشد اللہ شاہ فدا، محمد صدیق مسافر، حکیم محمد فتح سیوہانی، شیخ عبدالمجید سندھی اور مولانا دین محمد وفائی وغیرہ کے اسمائے گرامی ہماری جدوجہد آزادی کی تاریخ میں روشن میناروں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے کئی اجلاس ہندوستان کے مختلف صوبوں میں منعقد ہوئے سندھ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کانفرنس کا سب سے بڑا اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۱۹ء کو خیرپور میرس میں منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے تمام صوبوں کے مندوبین نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت سر رحیم بخش وزیر اعظم بہاولپور نے کی۔ ارباب خیرپور میں آنریبل خان بہادر سر شیخ صادق علی وزیر اعلیٰ خان بہادر محمد ابراہیم وزیر تعلیم کے علاوہ دیگر رہنمایان سندھ نے انتہائی جوش و خروش اور جذبہ ملی کے ساتھ حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں ریاست خیرپور میرس نے پانچ ہزار کا گراں قدر عطیہ بھی دیا تھا۔ یہ سہ روزہ اجلاس اس اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور تاریخی ثابت ہوئے کہ اس میں اہل سندھ کے جو معاشی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل زیر بحث آئے اور ان کے متعلق جو قرار دادیں منظور ہوئیں ان سب پر ایک ایک کر کے عمل ہوا، اور سندھ میں تعلیمی ترقی کا رجحان عام ہوا۔

(رپورٹ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس خیرپور میرس ۱۹۱۹ء مطبوعہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۹۱ء)۔

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) میں حکومت برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح ہوئی۔ ترکی نے برطانیہ کے مخالف ملکوں کا ساتھ دیا تھا۔ برطانیہ نے انتقاماً سلطنت عثمانیہ کا پارہ پارہ کر دیا تھا۔ اس کے ردعمل میں ہندوستان کے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف غم و غصے کی آگ

بھڑک اٹھی۔ تحریکِ خلافت نے انگریزوں کے خلاف عدم تعاون اور ترکی کی مالی امداد کی مہم کو منظم طور پر تیز تر کردیا۔ اس مہم میں صوبہ سندھ نے مولانا عبیداللہ سندھی کی زیر قیادت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہاں تک کہ سندھی عورتوں نے اپنے زیورات مولانا سندھی کے قدموں میں ڈھیر کردیے ان میں پیر جھنڈو حضرت پیر رشداللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ سرفہرست تھیں۔ اللہ اللہ کیا زمانہ تھا کیا جوش و جذبہ تھا، کفر و الحاد کے خلاف اسلام کی خاطر ہر خاص و عام اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتا تھا سندھ کے مختلف شہروں لاڑکانہ حیدرآباد کراچی سکھر وغیرہ میں خلافت تحریک کی شاخیں بھی قائم ہوئیں۔ خلافت تحریک کو سندھ کے گھر گھر پہنچانے کی غرض سے ۱۹۲۰ء میں مشہور اخبار الوحید کا اجرا ہوا۔ اور اس کے بانی و ایڈیٹر مولانا دین محمد وفائی نے اپنے زورِ قلم سے دنیائے صحافت میں انقلاب برپا کردیا۔

تحریک عدم تعاون کے سلسلے میں ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو خلافت کانگریس کے جلسے کا انعقاد ہوا اس میں بھی بعض سندھی اکابرِ سیاست نے شرکت کی۔ اس کے بعد ہی پیر رشداللہ شاہ کی صدارت میں لاڑکانہ میں خلافت تحریک کا بہت بڑا جلسہ عام ہوا۔ اس عظیم الشان جلسے میں نہ صرف سندھ کے اہلِ سیاست نے شرکت کی بلکہ ہندوستان کے نامور اکابرِ قوم مثلاً مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہ نے خطاب کیا اور اہلِ سندھ کے دل موہ لیے۔ یہاں یہ واقعہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ عدم تعاون کے ایام میں سندھ کے جان محمد جونیجو اور کئی شخصیات نے برطانوی خطابات مراعات اور بیرسٹری جیسی اعلیٰ ڈگریاں واپس کردیں۔

سندھ کے جن رہنماؤں نے خلافت تحریک اور عدم تعاون تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ ان میں مولانا عبیداللہ سندھی، پیر رشداللہ راشدی، شیخ عبدالرحیم حیدرآبادی، مولانا محمد صادق سندی، مولانا عبداللہ لغاری، شاہ بخش لاشاری، مولانا تاج محمود امروٹی، پیر تراب علی شاہ شاہ اور رئیس جان محمد جونیجو کے نام تحریک آزادی ہند کی کوئی تاریخ نظر انداز نہیں کرسکتی۔

۱۹۲۰ء کے بمبئی اجلاس کے فیصلے کے مطابق جان محمد جونیجو کی سربراہی میں سات سو پچاس سندھی مسلمانوں نے تحریک عدم تعاون کی حمایت میں افغانستان ہجرت کی۔

اسی زمانے میں شیخ الہند مولانا محمود حسن ، مولانا عبیداللہ سندھی اور شیخ عبدالرحیم سندھی کی ریشمی رومال تحریک نے انگریزوں کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے افغانستان کے حکمران امیر حبیب اللہ کو انگریزوں کے خلاف ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرلیا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا عبیداللہ سندھی نے شیخ عبدالرحیم سندھی کے ہاتھوں حجاز مقدس میں حضرت شیخ الہند کو بھیجنے کی غرض سے ریشمی رومال کی شکل میں تین خطوط بھیجے لیکن نہ جانے کیسے ملتان کے ایک جاگیردار رب نواز خان کی مخبری کے باعث یہ راز انگریزوں کو معلوم ہوگیا۔ (مولانا عبیداللہ سندھی کی انقلابی جدوجہد، محمد آصف شیخ ص ۱۸، ۱۹)

اس تحریک کی پاداش میں شیخ الہند، مولانا سندھی، شاہ بخش لاشاری، غلام محمد بھرگڑی وغیرہ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی کا وطن سے جلا وطن رہ کر ملکوں ملکوں طویل سفر اختیار کرنے کے واقعات، تحریکِ آزادی کے باب میں زریں حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ مولانا کے اس تاریخی سفر کا مقصد اتحادِ عالم اسلام کا استحکام، انگریزوں کی آمریت، ہندوؤں کی شاطرانہ ذہنیت کا خاتمہ اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کا قیام تھا۔ مولانا نے کابل (افغانستان) ماسکو (روس) انقرہ (ترکی) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ (حجاز) اور اٹلی میں چوبیس ۲۴ برس کے قیام و سفر کی جاں فشانی، محنت، جدوجہد، مطالعہ، فکر و عمل، مشاہدات، تجربات، درس و تدریس اور موثر منصوبہ جاتی اقدامات کے بعد وطن لوٹے تو ان کا غور و فکر اور مطمع نظر ایک نکتۂ جمال یعنی قرآنی انقلاب قرآنی حکمت کے گرد اپنا نقش جما چکا تھا۔ مولانا خود ارشاد فرماتے ہیں:

"میرا محبوب مشغلہ فلسفۂ امام ولی اللہ کی تعلیم و اشاعت ہے میں نے قرآن حکیم کی بنیاد پر دینی و فکری انقلاب لانے کی سعی و جہد میں عمر عزیز کا باقی حصہ وار دیا"

خطبات سندھی ص ۷۳، ۷۴، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد)

مولانا عبیداللہ سندھی کے اس قرآنی و فکری انقلاب کا تصور اس نظریۂ پاکستان کا آئینہ دار ہے جس کا سرچشمہ سولہویں صدی میں شہنشاہ اکبر کے توحید شکن "دین الٰہی" کے خلاف تحریک مجددی سے پھوٹا تھا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے جلال الدین محمد اکبر اور اس کے بیٹے

نورالدین محمد جہانگیر کے عہد میں اٹھائے ہوئے دینی فتنے کو بڑی جرأت سے ختم کیا۔ آپ نے نہ صرف اکبری الحاد کا قلع قمع کیا اور اربابِ حکومت کو ترویج اشاعت پر آمادہ کیا بلکہ عامۃ المسلمین اور علما صوفیہ کے اطوار و خیالات کی بھی اصلاح فرمائی۔ وہ ایک ایسے مجتہد دین اور مصلح اسلام تھے جنھوں نے مسلمانوں کے قلوب کو جھنجوڑا، اسلامی معاشرے میں تابندگی پیدا کی اور ایک ایسی دینی مملکت کا تصور دیا جو پاکستان کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا سب سے بڑا محافظ ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے برِ اعظم ہند میں معارف والٰہی کی معرفت انتہائی موثر فکر و عمل سے تحریک مجددی کی تجدید کی۔ معارف قرآن کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ساتھ پر عمل انقلابی تحریک کی بھی داغ بیل ڈالی۔ شاہ صاحب کے بعد اس دینی و انقلابی تحریک کو ان کی اولاد شاہ عبدالقادرؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ محمد اسحٰقؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اور تیز کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ فکری و انقلابی تحریک عہد بہ عہد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کے شاگرد مولانا عبیداللہ سندھی تک پہنچی ہے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے پیر و مرشد حضرت سید احمد بریلوی نے انگریزوں اور سکھوں کے خلاف ان کے انتہائی مظالم روکنے اور ان کے اسلام دشمن رویے سے مسلمانوں کو نجات دلانے کی خاطر مسلسل جہاد کیا۔ حضرت سید احمد شہید نے مسلمانوں کے دینی جذبے کو از سرِ نو ابھارنے مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانے اور سکھوں کے وحشیانہ قتل عام و غارت گری کے خاتمے کے لیے مریدوں، عقیدت مندوں اور اسلام پر جان نثار کرنے والوں کی بھاری فوج تشکیل دی۔ اس تحریک کا ایک تاریخی کارنامہ یہ بھی ہے کہ چالیس لاکھ غیر مسلموں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ سندھ نے بھی ان مجاہدینِ اسلام کے دوش بدوش لڑنے کا اہلِ جنگ بالاکوٹ میں فیصلہ کیا۔ سید احمد بریلوی نے ۱۸۲۶ء میں سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اسی سال سید صاحب نے صحرائے راجپوتانہ کے راستے سندھ پہنچے والیٔ سندھ

میر محمد اور اس کے وزراء میر کرم علی، میر مراد علی نے ان کا استقبال کیا۔ سید صاحب شکارپور اور دیگر علاقوں میں بھی گئے وہ جہاں جہاں پہنچے سندھ کے باشندوں نے اللہ کی راہ میں جان عزیز قربان کر دینے کا عزم کیا۔ وہ پیر جو گوٹھ میں حضرت سید صبغت اللہ راشدی کے ہاں ایک ہفتہ مہمان رہے۔ اس عرصے میں پیر پگارا نے ہزاروں کی تعداد میں مجاہدوں کی ایک فوج منظم کی جو "حر" کے نام سے موسوم ہوئی۔ سید صاحب کی پیر پگارا سے اس جہاد کے سلسلے میں خط و کتابت بھی رہی۔ غالباً حالات کے ناساز گار یا انگریزوں کی ناکہ بندی کے سبب حُر فوج جہاد میں حصہ نہ لے سکی۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سندھ میں حروں کی ایک فوج برابر تربیت پاتی رہی جو سکھوں کے ساتھ ساتھ انگریزوں سے بھی حصول آزادی تک نبرد آزما رہی اور حروں کی یہ بہادر جماعت آج بھی ہر باطل کے سامنے آہنی دیوار کی طرح اپنا کردار ادا کرتی ہے حضرت سید احمد بریلوی کو ۱۸۳۰ء میں سکھوں کے خلاف پشاور میں فتح حاصل ہوئی لیکن انگریزوں کی سازشوں کی وجہ سے دوسرے محاذوں پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سید احمدؒ معرکۂ بالاکوٹ میں ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ عین شہادت کے مقام گڑھی حبیب اللہ کے پل کے نیچے دریائے کنہار کے دامن میں آپ کا سر مبارک دفن ہے (یہ وہ مقام ہے جہاں سے ایک شاہ راہ مشرق کی جانب مظفر آباد (کشمیر) کو جاتی ہے) جبکہ آپ کا جسم مبارک بالاکوٹ کے قبرستان حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے مقبرے کے نزدیک آسودہ ہیں (راقم الحروف کو بالاکوٹ کے ان مقامات کی زیارت اور وہاں کے مقامی لوگوں سے ان تاریخی واقعات کا حال معلوم کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

حضرت سید احمد بریلوی کی شہادت کے بعد نظریۂ پاکستان کا یہ "علم جہاد" مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے جاں نثار رفقاء و تلامذہ کے ہاتھوں میں آیا جس کی تاریخ اوپر کی سطروں میں بیان کی جا چکی ہے۔

یہاں ایک تحریک کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کا تعلق خاص اہلِ سندھ سے ہے وہ ہے بمبئی سے سندھ کی علاحدگی کی تحریک، ہندوؤں کی ملی بھگت سے انگریزوں نے سندھ کو بمبئی میں شامل کر دیا تھا یہ التماس نہ صرف غیر فطری تھا بلکہ تاریخی، سیاسی، لسانی، تہذیبی، انتظامی اور

جغرافیائی لحاظ سے ایک خطرناک فعل تھا۔ سر آغا خان، قائد اعظم، سید امیر علی، محمد ایوب کھڑو سر حاجی عبداللہ ہارون، میراں محمد شاہ اور سر غلام حسین ہدایت اللہ جیسے بین الاقوامی اور بین الصوبائی رہنماؤں کی کوششوں کے نتیجے میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت سندھ کو بمبئی سے الگ کر دیا گیا۔ مسلمانان سندھ کے قومی تشخص اور سیاسی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

۱۸۸۵ء میں آل انڈیا کانگریس معرضِ وجود میں آچکی تھی۔ یہ ہندوؤں کی سب سے بڑی جماعت تھی۔ نواب آف ڈھاکا سلیم اللہ کی کوششوں سے ۱۹۰۶ء میں ان کی رہائش گاہ بمقام ڈھاکہ زیرِ صدارت ہز ہائینس سر آغا خان آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ثابت ہوئی اور آج بھی پاکستان کی سب سے فعال و متحرک سیاسی جماعت ہے جو پاکستان کی ترقی استحکام، قومی یکجہتی و خوشحالی کے لیے دن رات کام کر رہی ہے اولین اجلاس میں سر علی امام، راجہ محمود آباد، میاں محمد شفیع اور نواب محسن الملک جیسے اکابرِ قوم نے شرکت کی۔ سر آغا خان مسلم لیگ کے چھ سال صدر رہے۔ واضح رہے کہ آغا خان کا تعلق سرزمین سندھ سے تھا مسلم لیگ کے بانی نواب سلیم اللہ مسلمانوں کے بہت بڑے محسن اور مصلح تھے۔ اخلاص وایثار کا سراپا حکمت ودانائی کی مجسم علامت تھے۔ بنگال میں سر سید احمد خاں کی تعلیمی وملی تحریک کو موثر وفعال بنانے میں ان کا بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ ان کے قومی کارنامے توان گنت ہیں لیکن ڈھاکے میں سلیم اللہ ہال نامی عظیم الشان عمارت ان کی عدیم المثال خدمات کی لازوال یادگار ہے۔

مسلم لیگ کے قیام سے ہند کے مسلمانوں میں اسلامی اخوت جذبہ حریت اور جوش و خروش کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے امکانات روشن ہوئے مسلم لیگ کے پرچم تلے قائد اعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں سارے ہندوستان کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے ان کی رہنمائی میں سیاست ثقافت، تہذیب تعلیم اور صحافت کی دنیا میں ایک بہار آفریں انقلاب رونما ہوا۔

سندھ میں ۳، نومبر ۱۹۱۷ء کو مسلم لیگ شاخ کی بنیاد پڑی۔ ۱۱، نومبر ۱۹۱۷ء کو سید اسد اللہ شاہ کے زیرِ صدارت اس کا پہلا اجلاس سکھر میں منعقد ہوا۔

سندھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ لاہور قرارداد سے دو سال پہلے سندھ کے عظیم مخلص رہنما

سرحاجی عبداللہ ہارون کی تجویز پر ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت قائداعظم نے کی۔ اس جلسے میں ہر صوبے کے رہنما شریک تھے۔ شیر بنگال مولوی فضل الحق وزیر اعلیٰ متحدہ بنگال، سرسکندر حیات خان وزیر اعلیٰ پنجاب سعیداللہ خان وزیر اعلیٰ متحدہ آسام کے علاوہ سندھ کے جی ایم سید، شیخ عبدالمجید سندھی، اللہ بخش سومرو وزیر اعلیٰ سندھ، پیر الٰہی بخش سومرو وزیر مال سندھ، سر غلام ہدایت اللہ، اور سر حاجی عبداللہ ہارون نے قیامِ پاکستان کے لیے قرار داد منظور کی۔ سندھ کے ہر خاص و عام نے اس قرار داد کی تائید کی اور "بن کے رہے گا پاکستان" کی صدا وادیٔ مہران کی فضاؤں میں گونج اٹھی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائداعظم کی زیرِ صدارت مسلم لیگ کا ستائیسواں[۲۷] اجلاس لاہور (بمقام لارڈ منٹو پارک جواب یادگار مینارِ پاکستان کے نام سے منسوب ہے) میں منعقد ہوا۔ بنگال کے وزیر اعلیٰ شیر بنگال مولوی فضل حق (وفات ۲۷ اپریل ۱۹۶۲ء بمقام ڈھاکا) نے پاکستان کی قرارداد پیش کی اس کی تائید چودھری خلیق الزماں (یوپی) نے کی۔ اس قرارداد کی حمایت کرنے والوں میں جہاں اقبال، مولانا ظفر علی خان (پنجاب) نواب محمد اسمٰعیل (بہار) بیگم محمد علی جوہر، مولانا حامد بدایونی سید ذاکر علی (یوپی) سردار اورنگ زیب خان (سرحد) آئی آئی چندریگر (بمبئی) سر عبدالرؤف شاہ (سی پی) قاضی عیسیٰ (بلوچستان) کے نام خاص اہمیت رکھتے ہیں وہاں سندھ کے ہر ضلع کے نمائندے بھی موجود تھے اس قرارداد کی حمایت کرنے والوں میں سر حاجی عبداللہ ہارون، جی ایم سید، خان بہادر محمد ایوب کھوڑو اور شیخ عبدالمجید سندھی کے نام بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتے۔ سندھ کے ہر دلعزیز رہنما حاجی عبداللہ ہارون کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انھوں نے اپنے خطاب میں حاضرین کو بتایا کہ دو سال قبل ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ قرار داد منظور کر کے اپنی سفارش آل انڈیا مسلم لیگ کو پیش کر چکی ہے۔

۴ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اللہ بخش سومرو وزیر اعلیٰ سندھ نے اپنے خطابات واپس کیے

۳ مارچ ۱۹۴۳ء کو سندھ اسمبلی کے اجلاس میں جی ایم سید نے قرار داد پاکستان کا اعادہ کیا۔

۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء کو قائداعظم کے زیر صدارت کراچی میں مسلم لیگ کا اکتیس واں اجلاس ہوا

اسی اجلاس میں جی ایم سید استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین تھے۔ یہ اجلاس اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے ہر صوبے کے مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی شرکت کی جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی۔ یہ وہی اجلاس ہے جس میں قائداعظم نے خاص طور پر عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا:-

"قیام پاکستان کے لیے خواتین نے جو کردار ادا کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ انہیں مسلم لیگ کی نمائندگی کا پورا پورا حق دیا جائے۔"

قائداعظم کے اس ارشاد سے نہ صرف سندھ بلکہ پورے برصغیر کی خواتین میں ایک نیا جوش نیا ولولہ اور نیا جذبہ پیدا ہوا۔ مردوں کے دوش بدوش تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اس تاریخی اجلاس میں جہاں نواب زادہ لیاقت علی خان (سکریٹری) ملک خضر حیات (پنجاب) سردار اورنگ زیب خان (سرحد) نواب بہادر یار جنگ (دکن) جیسی تاریخ ساز شخصیات کے نام فراموش نہیں کیے جا سکتے وہاں سندھ سے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح، بیگم نصرت ہارون، بیگم طاہرہ آغا، بیگم شاہ نواز، بیگم جی الانہ، بیگم انور ہدایت اللہ، بیگم عبدالعزیز بیگم حکیم شمس الدین، بیگم محمد اسحٰق، بیگم غلام رسول خان بھرگڑی، بیگم انصاری، بیگم شعبان وغیرہ کے نام بھی ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

قیام پاکستان کے لیے جہاں سندھ کے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے حق المقدور حصہ لیا وہاں شاعروں ادیبوں اور صحافیوں کا کردار بھی مثالی رہا۔ انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ملت اسلامیہ سندھ میں اسلامی مساوات دینی وحدت، قومی یکجہتی اور اخوت و محبت کے جذبات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ عوام میں خود اعتمادی خودشناسی خداشناسی اور آزادئ وطن کی تڑپ کی روح پھونک دی۔

سر سید احمد خان اور حسن علی آفندی کے عہد کے ارباب ادب و سیاست کا ذکر کیا جا چکا ہے ان کے بعد سے قیام پاکستان تک کی مدت میں ان کی جدوجہد کی داستان طویل ہے۔ ایک علیحدہ مضمون میں ہی ان کا احوال سمیٹا جا سکتا ہے یہاں صرف چند رسائل و اخبارات کے ناموں پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ دین محمد وفائی کے اخبار الوحید کراچی اور ہلال پاکستان حیدرآباد

کے علاوہ تحفۃ الاحباب ، سندھ سدھار، الحق ، الہلال، مسافر، تعلیم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں پیر علی محمد راشد اور حیدر بخش جتوئی کے احسانات بھی یاد رکھے جائیں گے ۔ سندھ میں علامہ اقبال کی قومی و ملی نظموں کے منظوم تراجم بھی بے حد دلپذیر و موثر ثابت ہوئے ۔

۹ دسمبر ۱۹۴۶ء میں سندھ اسمبلی کا انتخاب اور اس میں مسلم لیگ کی سو فی صد کامیابی کے بعد ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو سندھ اسمبلی نے ایک خصوصی میں پاکستان میں صوبہ سندھ کی شمولیت کا تاریخی اعلان کر دیا۔ اس طرح سندھ برصغیر کا وہ پہلا صوبہ ہے جو سب سے پہلے پاکستان میں شامل ہوا ۔

رب العزت جو سب سے بڑا رحیم و کریم ہے اس کے اکرام و انعام کی بدولت ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح جنوبی ایشیا میں ایک نئی اسلامی مملکت خداداد پاکستان کا سورج طلوع ہوا۔ غلامی کی زنجیریں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ ہوئیں ۔

سارے عالم اسلام کے لیے یہ نیا ملک اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت ثابت ہوا۔ نہ صرف سندھ اور پاکستان بلکہ پوری اسلامی دنیا میں اس آزادی کی خوشیاں منائی گئیں یہ فخر سندھ کو حاصل ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی و سیاسی مرکز کراچی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا مولد و مسکن ہے ۔ پاکستان کا پہلا دارالخلافہ کراچی قرار پایا۔ پاکستان کا سبز ہلالی پرچم سب سے پہلے کراچی میں لہرایا گیا ۔ قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے غلام حسین ہدایت اللہ نے سندھ کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا قیام پاکستان کے لیے اہلِ سندھ کی جدوجہد تو تاریخ ملتِ اسلامیہ کا ایک سنہرا باب ہے ۔